شاہ ولی اللہ اور سر سید احمد خان کا تصورِ نسخ قرآن: تقابلی جائزہ

A comparative analysis of Shah Waliullah and Sir Sayyid's Ahmad concept of the abrogation in The Qur'an

Muhammad Rehan khan
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Though and Culture, NUML, Islamabad
Email: rehan59111@gmail.com
Dr. Amjad Hayat
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: ahayat@numl.edu.pk
Wajid Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad
Email: wali40928@gmail.com

Abstract
This article discusses the comparative analysis about the concept of abrogation (Nasakh) in the Quran in the light of two seminal scholars in Islamic history, Shah Waliullah and Sir Syed Ahmed khan. The research begins with the literal and idiomatic meanings of the abrogation, its believers and non-believers, and a detailed review of the Shah Waliullah's position in abrogation in the light of his books. Shah Waliullah limited abrogated verses to five verses in his book Alfauz -ul- Kabir delimiting the answering the limited verses to 20 by Jalaluddin Syuti. According to the cotemporary scholars Shah Waliullah holds the position of late comers (Mutaakhireen) in abrogation. But in the findings, it is found that Shah Waliullah seems to have the position of early comers (Mutaqadimeen) who did not believe that An Ayah is abrogated forever. On the other hand, Sir Syed Ahmed Khan did not believe in abrogation at all. Thus, it was necessary to compare both of the scholars' view about abrogation in the light of their own books.
Keywords: Abrogation, Shah Waliullah, Sir Syed Ahmed Khan, Nasakh, Quran, Verses

تعارف:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شخصیت ایسی ہے، جنہوں نے برصغیر میں قرآن، تفسیرِ قرآن اور ترجمہ قرآن پر خصوصی طور پر توجہ دی۔ برصغیر میں آپ کی قرآنیات کی ترویج اور عوام تک قرآن کے معنیٰ ومفاہیم پہنچانے کے

سلسلہ میں کئی خدمات سر فہرست ہیں۔ جہاں آپ نے فارسی میں ترجمہ قرآن کیا ہے، وہیں آپ نے فارسی میں اصولِ تفسیر پر بھی ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس رسالہ کی ضرورت اس وقت اس لئے بھی تھی، تاکہ لوگوں کو قرآن مجید کی طرف لانے اور تفسیرِ قرآن کے علوم وفنون سے بھی انہیں آشنا کیا جائے۔ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں نسخ قرآن پر بہت جامع ومانع بحث کی ہے، جس میں ناسخ ومنسوخ کو چند اوراق میں دریا بکوزہ کر دیا ہے۔ لیکن الفوز الکبیر کی اس بحث میں کہیں بھی شاہ صاحب کی نسخِ قرآن کے سلسلہ میں اپنی پوزیشن واضح نظر نہیں آتی کہ شاہ صاحب نسخِ قرآن کے کس دہارے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ شاہ صاحب کی دیگر کتب جیسے حجۃ اللہ البالغہ اور خیرِ کثیر کو ملاحظہ کیا جائے، اور شاہ صاحب کے نسخ قرآن کے تصور کو سامنے لے کر آیا جاسکے۔ تحقیق کے بعد علم ہوا کہ شاہ صاحب نسخِ قرآن میں متقدمین کے نسخِ قرآن کے مفہوم پر قائم ہیں، اور اسی بنیاد پر انہوں نے قرآنی آیات میں نسخ کو دیکھا ہے۔

برصغیر میں دوسری جانب ہمارے سامنے سر سید احمد خان کی شخصیت آتی ہے، جنہوں نے عوام میں قرآن اور علومِ اسلامیہ کی ترویج جدید انداز میں کی۔ تفسیرِ قرآن کے اسی تناظر میں سر سید نے ایک رسالہ اصولِ تفسیر پر بھی لکھا، جس میں سر سید نے اپنے تفسیری اصولوں کو واضح کیا۔ ان اصولوں میں ایک اصول نسخ قرآن کا بھی موجود ہے۔ سر سید کے اس اصول کو سامنے رکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ نسخِ قرآن کے حوالہ سے اپنا ایک الگ موقف رکھتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی محسوس ہوئی کہ برصغیر کی دو بڑی شخصیات کا نسخ قرآن کے حوالہ سے جائزہ لیا جائے، اور ان کے نسخِ قرآن کے تصور کا باہمی مقارنہ وموازنہ کیا جائے، تاکہ شاہ ولی اللہ کے نسخ قرآن اور سر سید احمد کے نسخِ قرآن کے تصور میں باہمی فرق نمایاں ہو سکے۔ اسی کاوش کے لئے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا اور شاہ ولی اللہ اور سر سید کے نسخِ قرآن کے تصور کے مابین ان کی اپنی تفسیری آراء اور اصولوں کی روشنی میں تقابلی جائزہ لیا گیا۔

ا۔ نسخ کا لغوی معنی:

لغتِ عرب میں نسخ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پہلا معنیٰ "ازالۃ الشیء واعدامہ" یعنی کسی چیز کا زائل کرنے اور منعدم کرنے کے آتے ہیں۔ قرآن مجید میں **فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان**"([1]) اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔([2]) اسی سے **نسخت الشمس الظل**" یعنی سورج نے سائے کو ختم کر دیا، اور "**نسخ الشیب الشباب**" یعنی بڑھاپے نے جوانی کو ختم کر دیا وغیرہ آتے ہیں۔

اس کے برعکس نسخ کے دوسرے لغوی معنیٰ کسی چیز کے منتقل کرنے اور اس کو اس کے فی نفسہ کے بقاء کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل دینے کے آتے ہیں۔ اسی معنوں میں تناسخ مواریث اور تناسخِ انفس کی

اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے، نیز اسی تناظر میں تناسخ قرون اور ازمان بھی عربی میں استعمال ہوتا ہے۔([3]) قرآن مجید میں بھی نسخ ان معنوں میں "انا کنا نستنسخ ما کنتم تعلمون"([4])استعمال ہوا ہے، اور یہاں اعمال کو ایک مصحف سے دوسرے مصحف میں منتقل کرنے کے معنیٰ میں لفظ نسخ استعمال ہوا ہے۔اس کے بعد اہل لغت کے مابین اس میں اختلاف ہوا ہے کہ لفظ نسخ پہلے معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا ہے یا دوسرے معنیٰ کے لئے ؟بعض کے نزدیک نسخ دونوں معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہے، تاہم دونوں معنوں کے لئے یہ مشترک لفظی کا فائدہ دیتا ہے، اور اس کے سیاق سے معلوم کیا جاتا ہے کہ یہاں کس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک نسخ پہلے معنیٰ کے لئے وضع کیا گیا، دوسرے کے لئے مجازا استعمال ہوتا ہے، جبکہ بعض کے نزدیک اس کے بالکل برعکس ہے۔([5])حسبِ اختلاف پہلا قول زیادہ مناسب ہے کہ لفظ نسخ دونوں معنوں کے لئے مشترک لفظ کا فائدہ دیتا ہے، اور اس کی تعیین سیاق کے ذریعہ سے ہوا کرتی ہے۔

نسخ کا اصطلاحی معنیٰ:

نسخ کی بہت سی اصطلاحی تعاریف کی گئی ہیں۔ان تعاریف کا خلاصہ یا یوں کہا جائے کہ ایک جملہ میں بیان کیا جائے، تو وہ ہے:

رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي([6])

ترجمہ: حکمِ شرعی کا دلیلِ شرعی کی بنیاد پر رفع ہو جانا۔

نسخ کی اس اصطلاحی تعریف کی شرح یوں بیان کی گئی ہے کہ "رفع الحکم الشرعی" سے مراد محض رفع نہیں ،بلکہ مکلفین کے افعال کے ساتھ تعلقِ الہیٰ یا حکمِ الٰہی کا قطع ہو جانا ہے۔([7])اس سے معلوم ہوا کہ نسخ کے اصطلاحی معنوں میں حکمِ الٰہی کا ہمیشہ کے لئے مرتفع ہو جانا ہے، اور آئندہ اس حکم کے امر یا نہی میں شارع کا مطالبہ نہ رہنا ہے۔سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے، تو اصطلاح میں نسخ کا مفہوم یہ ہے کہ ناسخ آنے کے بعد منسوخ (امر یا نہی) کا حکم ابدی طور پر ختم ہو جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا مطالبہ اس حکم سے متعلق اپنے بندوں سے برقرار نہیں رہتا۔نسخ کے ان اصطلاحی معنیٰ اور مفہوم کا ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے، تاکہ شاہ ولی اللہ کا نسخِ قرآن کا تصور سمجھنے میں آسانی رہے۔

ب۔نسخ کے قائلین وعدم قائلین:

نسخ کے قائلین وعدم قائلین میں تین طرح کے گروہ سامنے آتے ہیں۔ان گروہوں میں ایک گروہ مسلمانوں کا اور دو گروہ یہود و نصاریٰ کے ذکر کئے گئے ہیں۔ تاہم اگر دیکھا جائے، تو مسلمانوں کے مابین ہی دو قسم کے گروہ چلے آئے ہیں۔پہلا تو جمہور امتِ مسلمہ کا ہے کہ قرآن مجید میں نسخ ممکن الوقوع ہے، اور ہوا بھی ہے۔ دوسرا ابو

مسلم اصفہانی کے بعد سامنے آیا، جب انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں کسی قسم کا بھی نسخ ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی ہوا ہے۔(8) اس کے بعد سر سید کی وہ شخصیت آتی ہے، جنہوں نے قرآن مجید میں ہر قسم کے نسخ کلی طور پر انکار کیا ہے۔ پھر سر سید کے بعد دورِ حاضر میں متعدد مفکرین ایسے ہیں، جو قرآن مجید میں نسخ کے قائل نہیں ہیں۔ یہ تعارف اس لئے ضروری تھا، تاکہ شاہ صاحب کے نسخِ قرآن کے تصور کو سمجھنے میں ممد و معاون ہو سکے۔

ج۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک نسخ القرآن کا مفہوم:

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے نسخ القرآن پر تفصیل سے بحث الفوز الکبیر میں ہی کی ہے، تاہم حجۃ اللہ البالغہ میں نسخ کے اسباب قدرے تفصیل سے اور خیر کثیر میں نسخ کی حقیقت چند سطور میں بیان کی ہے۔ الفوز الکبیر میں نسخ کی بحث کو پڑھنے کے بعد بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی نسخ قرآن کے قائل ہیں، تب ہی تو انہوں نے بیس میں سے پانچ آیات کو منسوخ مانا ہے۔ لیکن شاہ صاحب کس قسم کے نسخ کے قائل ہیں، اس کے لئے پہلے شاہ صاحب کی الفوز الکبیر میں نسخ کی بحث پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ اس کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ا۔ شاہ ولی اللہ اور متقدمین کے نزدیک نسخ قرآن کا مفہوم:

شاہ صاحب نے نسخ کی بنیادی بحث الفوز الکبیر میں کی ہے۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک ناسخ اور منسوخ کی بحث اصولِ تفسیر کے ان مشکل مباحث میں سے ہے، جن میں اکثر بحث و تکرار رہتا ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک اس مشکل کا واحد سبب متقدمین اور متاخرین کے نزدیک اصطلاح نسخ کا استعمال ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے مطابق متقدمین جیسے صحابہ، تابعین وغیرہ نسخ کو اس کے لغوی معنیٰ میں استعمال کرتے تھے، اور متقدمین کے نزدیک نسخ کا لغوی معنیٰ "ازالۃ شیئ" ہے۔ یعنی کسی چیز کا زائل کر دینا۔ اس موقع پر نسخ بمعنیٰ لغوی یعنی ازالۃ الشی کے تحت شاہ صاحب نے متقدمین کے نزدیک ان متعدد عوامل اور وجوہات کا ذکر کیا ہے، جن کے تحت وہ نسخِ قرآن کے معنیٰ کو استعمال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلا یہ کہ کسی آیت کے بعض اوصاف کو کسی دوسری آیت سے تبدیل کر دینا۔ پھر چاہے یہ کسی عمل کی انتہائے مدت کو دوسری آیاتِ قرآنیہ کے ذریعے بتلانا ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ کلام کو اس کے ظاہری معنیٰ کے علاوہ غیر ظاہری معنیٰ کی طرف پھیرنا۔ تیسرا یہ کہ کسی آیت میں قید اتفاقی نہ کہ احترازی کا بیان، چوتھا، عموم کو خصوص کے ساتھ تبدیل کرنا۔ چوتھا منصوص اور ظاہری مقیس علیہ کے مابین فرق کرنے والی شے کا بیان۔ پانچواں عاداتِ جاہلیت میں سے کسی عادت کا ازالہ کرنا، چھٹا شرائع من قبلنا میں کسی چیز کا رفع کرنا۔ شاہ صاحب نے یہ وہ چھ مجال بتلائے ہیں، جن کے تحت متقدمین قرآن مجید میں نسخ کا استعمال کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے متقدمین کے نزدیک نسخ کا باب وسیع ہوا، اور یہی وجہ تھی کہ ان کے نزدیک منسوخ آیات پانچ سو سے زائد تھیں۔(9)

شاہ ولی اللہ کی اس بحث کو دیکھا جائے، تو ان کی مذکورہ تشریح سے یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی ہے، کہ ان کے نزدیک متقدمین نسخِ قرآن کے لغوی معنٰی میں نسخ کو استعمال کیا کرتے تھے، اور اس کی تطبیق لغوی معنٰی کے اعتبار سے ہی کیا کرتے تھے، اور لغوی معنٰی کے تحت شاہ صاحب نے چھ امور کا ذکر کیا ہے، جن کی بنیاد پر وہ کسی بھی آیت کو منسوخ قرار دیتے تھے۔ ان میں سے تین امور میں سے پانچویں اور چھٹے امر کی بناء پر منسوخ شدہ احکام ہمیشہ کے لئے ہی منسوخ کہلائے گئے ہیں۔ جیسے شرائع من قبلنا میں سے چوپائیوں کی حرمت کا حلت کی طرف منسوخ ہونا، اور عاداتِ جاہلیت میں سے نسیء کا منسوخ ہونا وغیرہ۔ تاہم دیگر امور میں مجالِ کلام اب بھی باقی رہتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہوئے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ متقدمین نے پانچ سو سے زائد آیات کو منسوخ قرار دیا ہے، تو ظاہر ہے کہ پانچ سو احکامات تو منسوخ نہیں ہوں گے، ان میں سے مطلق کی تقیید، عموم کا خصوص، علت کی بیان و تبیین وغیرہ ایسے مجال ہیں، جو کہ زمان واحوال کے تحت رخصت وعزیمت اور دیگر وجوہات کی بناء پر ایک سے دوسری طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جس کا بیان شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں کیا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس ضمن میں شاہ صاحب کی عبارت کا ایک جملہ قابلِ دید ہے کہ:

وكان للعقل فيه مجال فسيح، وللاختلاف فيه مكان واسع(10)

ترجمہ: متقدمین کے نزدیک عقل کے استعمال کا میدان وسیع تھا، (اسی وجہ ان میں) اختلاف کا مکان بھی وسیع تھا۔ شاہ صاحب کا یہ ایک جملہ واضح کر دیتا ہے کہ متقدمین نے نسخ کے معاملہ میں عقل کا استعمال زیادہ رکھا ہے، عقل کے استعمال کی وجہ سے ہی وہ ازالۃ الشيء کے تحت ہر اس آیت کو لے کر آئے ہیں، جو بظاہر کسی ایک آیت کی کسی ایک صفت کو اس کے نفس کے بقاء کے ساتھ زائل کر رہی تھی۔

۲۔ شاہ ولی اللہ اور متاخرین کے نزدیک نسخِ قرآن کا مفہوم:

متقدمین کے نزدیک نسخِ قرآن کے بیان کرنے کے بعد شاہ ولی اللہ نے متاخرین کے نزدیک نسخِ قرآن کا مطلب واضح کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ متاخرین اصولیین کے نزدیک چونکہ نسخ اصطلاحی معنوں کے اندر" **ازالة حكم شرعي بدليل شرعي** "کے تحت استعمال ہوا ہے، اسی لئے ان کے نزدیک اس مجال میں عقل کا استعمال کم ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد بیس سے متجاوز نہیں ہوئی ہے۔ (11) اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے ان بیس آیتوں کا ذکر کیا ہے، جن کو جلال الدین سیوطی نے منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب ان بیس آیتوں پر تبصرہ کر کے ان کی تعداد پانچ تک لے کر آئے ہیں۔

۳۔ شاہ ولی اللہ کے نزدیک منسوخ آیات اور ان کی تعداد:

شاہ ولی اللہ نے جلال الدین سیوطی کا حوالہ دیتے ہوئے یہ نقل کیا ہے کہ جلال الدین سیوطی نے ابن عربی کے حوالہ سے منسوخ آیات کی تعداد کی تحدید کر کے بیس آیات تک بیان کی ہیں۔([12]) پھر ان آیات میں سے شاہ ولی اللہ نے پانچ آیتوں کے منسوخ ہونے پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ پانچ کے علاوہ پندرہ آیتوں پر شاہ ولی اللہ نے تبصرہ کیا ہے، اور ان میں باہمی تطبیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان پندرہ آیتوں میں نسخ نہیں ہے۔([13])

ان پانچ آیتوں میں پہلی آیت وارث کے لئے وصیت کرنے والی آیت ہے، جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ "**كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ**"([14]) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت آیتِ مواریث سے منسوخ ہے، اور بعض کے نزدیک حدیث "**لا وصية لوارث**"[(15)] سے منسوخ ہے، تاہم شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ آیت آیت "**يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ**"[(16)] سے منسوخ ہے، اور مذکورہ حدیث اس نسخ کا بیان ہے۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک دوسری آیت "**إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ**"([17]) اس سے بعد والی آیت سے منسوخ ہے۔([18]) تیسری آیت سورہ مزمل کی قیامِ لیل کے حکم کے بارے میں ہے، اس کے بعد سورت کے آخر میں پوری یا آدھی رات کے قیام کو بآسانی قیام کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سورت کے اول میں ندب کی تاکید آئی ہے، اور اواخر سورت میں محض استحباب قرار دیا گیا ہے۔([19])

چوتھی آیت سورہ احزاب کی آیت "**لا يحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج**"([20]) آیت منسوخ ہے، آیت **انا احللنا لك ازواجك اللاتی**([21]) سے۔ شاہ صاحب اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ناسخ تلاوت کے ضمن میں مقدم ہے، اور منسوخ بعد میں ہے۔([22]) پانچویں آیت وہ آیت ہے، جس میں صدقہ کا حکم دیا گیا ہے، جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنی ہو۔ یعنی آیت "**اذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدى نجواكم صدقة**"([23]) یہ آیت اس سے بعد والی آیت سے منسوخ ہے۔

د۔ شاہ ولی اللہ کا بیس آیتوں میں سے پندرہ پر کلام کا اسلوب:

جلال الدین سیوطی کی ذکر کردہ بیس میں سے پندرہ منسوخ آیات پر شاہ صاحب کا تبصرہ قابلِ دید ہے۔ شاہ صاحب کا اندازِ بیان متکلمانہ ہے، اور اسلوب میں نقل کے بجائے عقل کا استعمال زیادہ ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے متقدمین سے متعلق یہ فرمایا کہ **وكان للعقل فيه مجال فسيح، وللاختلاف فيه**

مکان واسع([24]) شاہ صاحب بھی بالکل اسی اسلوب پر عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں ساری آیات پر شاہ صاحب کا تبصرہ تو ذکر نہیں کیا جائے گا، بلکہ اختصار کے پیشِ نظر دو سے تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر آیتِ فدیہ یعنی **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ**([25]) کے دوسری آیت **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** ([26]) سے منسوخ ہونے کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت میں ایک اور وجہ یہ ہے کہ **وعلى اللذين يطيقونه فدية** میں ھو ضمیر سے مراد **طعام** ہے، اور **طعام** سے مراد صدقہ فطر ہے، یعنی اس کا معنیٰ یوں ہو گا کہ جو لوگ **طعامِ مسکین** کی استطاعت رکھتے ہوں، ان پر صدقہ فطر دینا لازم ہے، کیونکہ اس سے قبل روزے کی آیت ہے، اور یہ روزے کے بعد صدقہ فطر کا ذکر ہے، لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں۔([27])

اس مثال میں دیکھا جائے، تو شاہ صاحب نے آیت کے منسوخ نہ ہونے کے بتلانے کے لئے متکلمانہ اسلوب اپنایا ہے، اور عقلی دلیل اور سیاق کی بنیاد پر ہی اس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ مذکورہ آیت منسوخ نہیں۔

اسی طرح دوسری مثال یہ ہے کہ روزے کی راتوں میں حلِ رفث سے متعلق آیت ہے، جس کو جلال الدین سیوطی نے ابن عربی کے حوالہ سے منسوخ کہا ہے۔ یعنی آیت "**أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ**([28]) ناسخ ہے، دوسری آیت "**كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ**([29]) والی آیت کی۔ یعنی پہلی روزوں کی فرضیت والی آیت اس طرح سے نازل ہوئی کہ شرائع من قبلنا میں روزے کی فرضیت اور اس کی شرائط کو بھی بعینہ اس امت میں اسی طرح باقی رکھا گیا، اور دوسری آیتِ حلِ رفث سے اس کو منسوخ قرار دیا گیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت نہ تو منسوخ ہے، اور نہ ہی آیتِ حلِ رفث اس کی ناسخ ہے، بلکہ کما کتب میں کما نفسِ وجوب کی تشبیہ کے لئے ہے، نہ کہ کلی شرائط کے ساتھ وجوب کے لئے۔ نیز ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل بھی موجود نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے رمضان کی راتوں میں بیویوں سے رفث کو حرام قرار دیا ہو، لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں۔([30])

اسی طرح اس مثال کو بھی دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب نے مذکورہ آیت کے منسوخ نہ ہونے کے بیان کے لئے عقلی دلیل سے ہی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ مقدم الذکر آیت میں مشابہت نفسِ وجوبِ صوم کی ہے، نہ کہ مجموعی طور پر بمع شرائط کے۔

تیسری مثال آیت **وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ** منسوخ ہے، آیتِ میراث **يوصيكم الله** سے۔ یعنی مقدم الذکر آیت میں اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک سال تک عدت اس کے گھر عدت گزارنے کی وصیت کرے، تو یہ آیت اور حکم منسوخ ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے، تاہم یہ بات بھی

ممکن ہے کہ میت کے لئے اس آیت کی بناء پر اس طرح کی وصیت کرنا جائز یا مستحب ہے، تاہم بیوی کے لازم نہیں کہ وہ اس کی وصیت کے مطابق وہیں ایک سال عدت گزارے، اور یہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔[31]

اس مثال میں بھی شاہ صاحب نے دونوں آیتوں کے مابین نسخ کے بجائے تطبیق دیتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ دونوں آیتوں کا حکم اپنی جگہ اور ہر دو شخص شوہر اور بیوی کے حق میں اب بھی برقرار ہے۔

ان تینوں مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ شاہ صاحب کا نسخ قرآن پر بحث کرنے کا انداز نسخ کے لغوی معنیٰ یعنی متقدمین جیسا ہے، جس میں عقل کا میدان وسیع ہے، اور اختلاف کا دائرہ کار بھی زیادہ ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان متقدمین کے تصورِ نسخ قرآن کی طرف مائل نظر آتا ہے۔

ر۔ شاہ ولی اللہ کا تصورِ نسخ قرآن:

شاہ صاحب کے نسخ قرآن کے تصور کی معمولی سی جھلک تو پہلے پچھلے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ ضروری ہے کہ شاہ صاحب کے اس تصور کو مزید سمجھنے کے لئے شاہ صاحب کی دیگر کتب جیسے حجۃ اللہ البالغہ اور خیرِ کثیر میں دیکھا جائے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ نے اسباب النسخ بیان کئے ہیں۔ اسباب نسخ بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسباب نسخ میں اصل آیت "ما ننسخ من آية او ننسها،نأت بخير منها او مثلها"[32] ہے۔ پھر نسخ کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارتفاقات یا وجوہ طاعات میں غور کریں، پھر اس کو قوانینِ شرع کے طور پر وجوب کے طور پر ضبط کرلیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد ہوگا، پھر یا تو اللہ تعالیٰ نزولِ قرآن کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مسئلہ کی حقیقت واضح کردے یا پھر آپ صلی اللہ علیہ کا اجتہاد دوبارہ اس کی تبدیلی کی جانب مائل ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال تحویلِ قبلہ کی ہے، دوسری کی مثال شراب کے برتنوں کے استعمال کرنے کی ہے۔ نسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ کسی شے میں مظنہ مصلحت یا مفسدہ ہو، اسی کی وجہ سے اس شے پر وہ حکم لگایا جائے، اور پھر بعد میں ایسا زمانہ آئے کہ وہ مظنہ باقی نہ رہے، پھر اس کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے وہ حکم تبدیل ہو جائے۔ اس کی مثال انصار اور مہاجرین کی وراثت و دیگر امور میں مواخات کی ہے، پھر بعد میں ایسا وقت آیا جب وہ مظنہ مصلحت باقی نہ رہا، تو وہ توارثِ نسب میں اپنی اصل کی طرف چلا گیا۔ پھر بسا اوقات مصلحت مضموم نبوت بالخلافہ ہوتی ہے، جیسا کہ پہلی امتوں کے لئے غنائم حلال نہ کئے گئے تھے، اس امت کے لئے کئے گئے۔ اس کی دیگر وجوہات کے علاوہ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ پہلی امتوں میں انبیاء خاص اقوام کی جانب مبعوث کئے گئے تھے، اور ان میں جہاد کے مواقع سال میں ایک یا دو مرتبہ آتے تھے، اور وہ لوگ طاقتور بھی تھے کہ وہ جہاد اور تجارت و کھیتی باڑی

کو یکساں لے کر چل سکتے تھے۔اس وجہ سے انہیں غنائم کی حاجت نہ تھی۔اسی وجہ سے اللہ نے چاہا کہ ان کے عمل کے دنیوی غرض شامل نہ ہو۔اس کے بر عکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاتعداد لوگوں اور غیر محدود زمانہ تک کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں،اور اسی وجہ سے اس امت میں لوگوں کی اتنی طاقت نہیں کہ جہاد کے ساتھ تجارت اور کھیتی باڑی کو لے کر چل سکیں،یہی وجہ تھی، جس کی وجہ سے اس امت کے لوگوں کے لئے غنائم حلال کئے گئے۔([33])اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ اس امت میں پہلے کفار کے ساتھ جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے،اور نہ ہی اس وقت کوئی لشکر اور خلافت تھی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ نے ہجرت کرلی،اور مسلمان مضبوط ہوگئے،اور خلافت ظاہر ہوگئی،اور مسلمان اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے قابل ہوگئے تو آیتِ جہاد نازل ہوئی۔

اسی قسم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "**ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها**" ([34]) پس آیت میں **بخیر منها** سے مراد وہ امور ہیں، جن میں نبوت مضموم بالخلافہ ہو،اور **او مثلها** میں وہ امور ہیں جو کہ زمانہ اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہو جائیں۔([35])

شاہ صاحب نے گو کہ اسبابِ نسخ بیان کئے ہیں، تاہم اس کے ساتھ آیتِ نسخ کی تشریح بھی کی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک نات بخیر منھا سے وہ امور ہیں،جو آپ صلی اللہ علیہ کی نبوت اور زندگی کے ساتھ خاص رہیں،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی بدل گئے،اور او مثلھا سے مراد وہ امور ہیں،جو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بدلتے رہیں۔اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک نسخِ قرآن وہ امور جو نبوت مضموم بالخلافہ کے ساتھ تبدیل ہوئے،وہ تو ناقابلِ تبدیل ہیں،اور وہ جو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے تبدیل ہوئے،وہ ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں ہوں گی،بلکہ احوالِ زمانہ اور مرورِ ایام کے ساتھ دوبارہ پہلی حالت کے مطابق ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

شاہ صاحب کی خیرِ کثیر کی عبارت سے بھی یہی متبادر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب متقدمین کے نسخِ قرآن کے تصور کے حامی نظر آتے ہیں، جس میں کہ نسخ لغوی معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے،اور اس میں نسخِ قرآن میں منسوخ آیات تادمِ حیات منسوخ تصور نہ کی جاتی تھیں، جیسا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

و ایضا مما یجب التنبیه علیه ان النسخ کان فی اصطلاح الصدر الاول بازاء معنی الازالة فقط، اعم من ان یکون زوالالزوال العلماء کنسخ النجوم والخط،اورفعا لقیاس باطل کنسخِ البحائر والسوائب او بیانا لانتهاء مدة الحکم،وقد ذکرنا السرَّ فیه،او بیانا،لان المفهوم الموافق او المخالف غیر مراد وغیر ذلک۔ولما لم یدرک هذا التحقیق جُلَّ المفسرین،اختبطوا۔فتدبره([36])

ترجمہ: اور جن امور پر تنبیہ ضروری ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ صدر اول کی اصطلاح میں نسخ ازالۂ معنیٰ کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے، یہ زیادہ عام ہے علماء کے زوال ہونے سے زائل ہونے کے، جیسا کہ علم نجوم یا خط یا قیاس باطل کو رد کرنے کے، یا جیسا کہ بحیرہ وسائبہ کا نسخ ہوا، یا یہ (نسخ) کسی حکم کی انتہائے مدت کے بتلانے کے لئے آتا ہے۔ ہم پہلے ہی اس چیز کا راز بیان کر چکے ہیں۔ یا پھر (یہ نسخ کسی حکم کے) بیان کے لئے آئے، کیونکہ مفہومِ موافق یا مخالف مراد نہیں ہوگا، وغیر ذلک، اور جب اکثر مفسرین اس تحقیق کو نہ سمجھ سکے، تو وہ خبط میں مبتلا ہو گئے، پس آپ بھی تدبر کر لو۔

شاہ صاحب کی خیرِ کثیر کی مذکورہ عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب متقدمین اور صدرِ اول میں مراد نسخ کے مفہوم کی طرف مائل نظر آتے ہیں، کیونکہ مذکورہ عبارت میں شاہ صاحب نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ جب متقدمین کی اصطلاحِ نسخ کو مفسرین نہ سمجھے، تو اس سے خبط میں مبتلا ہو گئے۔ اب ظاہر ہے ایک طرف متقدمین ہیں، تو دوسرے طرف متاخرین، جب شاہ صاحب متقدمین کے مفہوم کا بیان کر رہے ہیں، اور دوسری جانب ان مفسرین کا کہہ رہے ہیں، جو اس کے مقابلے میں خبط میں مبتلا ہوئے، تو وہی متاخرین ہوں گے۔

ا۔ شاہ ولی اللہ کے شارحین کے نزدیک شاہ صاحب کا تصورِ نسخ قرآن:

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کے شارحین نے بھی شاہ صاحب کے نسخ قرآن کے تصور سے متعلق یہی موقف اختیار کیا ہے کہ شاہ صاحب متاخرین کی طرز اور اصطلاح کے مطابق قرآن مجید میں نسخ کے قائل نہیں تھے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ شاہ صاحب اگر متاخرین کی طرز اور اصطلاح کے مطابق نسخِ قرآن کے قائل نہیں تھے، تو پھر شاہ صاحب الفوز الکبیر میں متاخرین کے مطابق بیس منسوخ آیتوں کو کم کر کے پانچ تک کیوں لے کر آئے؟ اور شاہ صاحب نے وہیں، دوٹوک اور واضح الفاظ میں اپنی اس رائے کا اظہار کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مشہور شخصیت مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب متاخرین کے اصطلاحِ نسخ کے مطابق قرآن مجید میں نسخ کے سرے سے ہی قائل نہیں تھے، بلکہ شاہ صاحب اس بات کے قائل تھے کہ قرآن مجید کی آیات زمان و حالات وشخصیات کے اعتبار سے قابلِ عمل ہوتی رہتی ہیں۔ شاہ صاحب نے اس بات کا واضح الفاظ میں اس لئے ذکر نہیں کیا، کیوں کہ شاہ صاحب متقدمین کے زمانہ میں تھے، جہاں نسخ کی اصطلاحی تعریف زبان زدِعام تھی، اس لئے اگر شاہ صاحب متقدمین کی طرز پر نسخ سے متعلق اپنا موقف واضح الفاظ میں پیش کر دیتے، تو انہیں معتزلہ میں سے شمار کیا جانے لگتا، اور ان کی دیگر باتوں کو بھی سنجیدہ نہ لیا جاتا، اس لئے شاہ صاحب نے حکمت وبصیرت کے تحت اس چیز کا اظہار نہیں کیا۔([37])

شاہ صاحب نے جو پانچ آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے، مولانا سندھی نے اس سے متعلق بھی یہ کہا ہے کہ جن پندرہ آیتوں پر تبصرہ کرکے شاہ صاحب نے انہیں منسوخ کے بجائے محکم قرار دیا ہے، اور پانچ آیتوں کو چھوڑ دیا ہے، تو کوئی شخص بھی جو شاہ صاحب کے ان پندرہ آیتوں پر تبصرہ کو دیکھ لے، تو وہ بآسانی ان پانچ آیات کی بھی توجیہ کر سکتا ہے۔ یہ بات شاہ صاحب نے اپنے قارئین پر چھوڑ دی ہے۔([38])

ہم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، اور گزشتہ اوراق میں یہ ثابت بھی کر چکے ہیں کہ شاہ صاحب کا نسخِ قرآن کا وہی تصور ہے، جو متقدمین کا تھا، لیکن مولانا سندھی کی یہ بات محلِ نظر ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے اس موقف کا اظہار واضح الفاظ میں اس لئے نہیں کیا، تاکہ وہ معتزلی ہونے کے موضعِ تہم نہ بنے۔ کیونکہ اس کا تعلق شاہ صاحب کی نیت سے ہے، اور یہ بات یا تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، یا پھر شاہ صاحب کو خود معلوم تھی، اور شاہ صاحب نے اس کا اظہار اپنی کسی بھی تحریر میں نہیں کیا۔

مولانا سندھی کے بعد مولانا سندھی اور شاہ ولی اللہ کے شارح صوفی عبد الحمید خان سواتی نے بھی الفوز الکبیر کی شرح میں یہی لکھا ہے کہ شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت منسوخ نہیں ہے، کسی حکم کی مدت ختم ہونے یا کسی علت کے دور ہو جانے کی وجہ سے قرآن مجید کا کوئی حکم وقتی طور پر معطل تو ہو سکتا ہے، مگر بالکل منسوخ نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک قیامت تک کے لئے واجب العمل ہے، اور جب حالات کا تقاضا ہوا، تو اصل حکم پھر سے نافذ ہو جائے گا۔([39])

۲۔ شاہ صاحب کے نزدیک منسوخ پانچ آیات کی توجیہ، شاہ ولی اللہ کے شارحین کی نظر میں:

شاہ صاحب نے جن پانچ آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے، ان پانچ آیتوں میں بھی شاہ صاحب کے شارحین نے تطبیق دے کر محکم قرار دیا ہے، گو کہ شاہ صاحب نے خود ان کو منسوخ تسلیم کیا ہے، تاہم شاہ صاحب کے شارحین جیسے مولانا سندھی وغیرہ کے نزدیک شاہ صاحب کا اصل مقصد ان آیات کو منسوخ قرار دینا نہیں تھا، بلکہ بیس میں سے پندرہ میں تطبیق دے کر قارئین کے سامنے ایک نمونہ پیش کرنا تھا، کہ جس طرح ان پندرہ میں تطبیق ممکن ہے، ویسے ہی ان پانچ میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ اسی کے پیشِ نظر شاہ صاحب کے شارحین نے ان پانچ آیات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

آیتِ وصیۃ میں تطبیق:

سب سے پہلی اور مشکل آیت جس کو شاہ صاحب نے منسوخ قرار دیا ہے، وہ آیتِ وصیہ ہے، جس میں والدین کے لئے وصیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ شاہ صاحب کے نزدیک آیت "كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ

أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ"([40])منسوخ ہے، آیتِ وراثت "يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ"([41]) سے۔اور حدیث **لا وصية لوارث** اس نسخ کا بیان ہے۔ چنانچہ اگر اس آیت کو منسوخ تسلیم کیا جائے، تو اس آیت پر کبھی بھی عمل باقی نہ رہے، اور نہ ہی عمل کرنے کا شریعت کی طرف سے تقاضا رہے، لیکن شاہ صاحب کے شارحین نے اس آیت کی مختلف انداز میں اس طرح تطبیق کی ہے، کہ بعض صورتوں میں اس آیت پر عمل ممکن ہے۔ سب سے پہلے مولانا سندھی نے اس آیت سے متعلق یہ کہا ہے کہ اگر بسا اوقات ایسی کوئی صورت ممکن نہ ہوتی کہ جس میں کسی وجہ سے وارث بھی غیر وارث بن جاتے، اور والدین بھی اپنی اولاد کی وراثت سے محروم قرار دیئے جاسکتے، تو اس آیت کی توجیہ ممکن نہ تھی، اور اس صورت میں اسے منسوخ ہی ماننا پڑتا، تاہم اس معاملے میں میرے شخصی حالات ایسے رہے کہ جن سے اس آیت کی ممکن توجیہ میری سمجھ میں آئی۔ اور وہ صورت یہ بنی کہ میری والدہ غیر مسلم تھیں، اور شرع کی رو سے وہ میری وارث نہ بنتی تھیں، اور مجھے اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ میری وفات کے بعد ان کو حصہ نہ ملے گا، اور نہ ہی ان کوئی سہارا ہو گا۔ اب مجھے اس آیت کی سمجھ میں آئی کہ اگر اس طرح کے حالات بن پڑیں، تو پھر والدین کے لئے وصیت کرنا ضروری طے پاتا ہے۔([42])

اسی آیت کی ایک اور توجیہ مولانا یونس اور عمر پالنپوری نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت کی ایک اور توجیہ ہے۔ اور بعض صورتوں میں اس آیت پر عمل کرنا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ جب مورِث کو اس بات کا خوف ہو کہ اس کی اولاد اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اسہام کے مطابق حصص تقسیم نہیں کرے گی، اور اسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اولاد میں بعض دوسروں پر ظلم و زیادتی کرے گی، تو اس صورت میں اس مورِث پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے بیان کردہ اسہام کے مطابق وصیت کر جائے۔ اس توجیہ میں اس آیت اور آیتِ مواریث میں کوئی تعارض نہ رہے گا۔([43])

آیت "ان یکن منکم عشرون "میں تطبیق:

شاہ ولی اللہ کے نزدیک دوسری آیت "إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ"([44]) اس سے بعد والی آیت سے منسوخ ہے۔([45]) شاہ صاحب کی منسوخ قرار دی گئی مذکورہ آیت کو بھی عمر پالنپوری نے یہ فرماتے ہوئے تطبیق دی ہے کہ ابتداء میں مسلمانوں کو دشمنوں کے سامنے کھڑے ہونے تلقین کی گئی ہے، اگرچہ دشمن مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر بعد میں مسلمانوں کے لئے آسانی بھی رکھ دی گئی ہے۔ یہاں نسخ نہیں پایا جاتا، کیونکہ قاعدہ موجود ہے کہ حکم کے جزء یا اس کی کسی شرط کے اندر نسخ پایا جائے، تو وہ اصل نسخ نہیں کہلاتا۔ دونوں

آیتوں میں اصل حکم جہاد کا ہے، پھر کتنوں سے جہاد کیا جائے، یہ اصل حکم کا ایک جزء ہے، اور اس جزء میں تبدیلی ہوئی ہے، جو کہ نسخ نہیں ہے، بلکہ حالات، زمانہ اور اشخاص کے طبائع کے مطابق جزوی تبدیلی ہے۔(46)

آیت قیام لیل کے وجوب کے نسخ میں تطبیق:

تیسری وہ آیت جسے شاہ صاحب نے منسوخ قرار دیا ہے، وہ سورہ مزمل کی قیامِ لیل کے حکم کے بارے میں ہے، اس کے بعد سورت کے آخر میں پوری یا آدھی رات کے قیام کو بآسانی قیام کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سورت کے اول میں ندب کی تاکید آئی ہے، اور اواخر سورت میں محض استحباب قرار دیا گیا ہے، اور اسی طرح سورہ مزمل کے آخرِ سورت کو پانچ نمازوں کی آیات سے منسوخ ہوگئی ہیں۔(47) اس آیت کے بارے میں بھی سعید احمد پالنپوری نے تطبیق دیتے ہوئے یہ قیامِ لیل کا حکم بالکل منسوخ نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں باقی رہا تھا۔ لہٰذا یہ آیت اس وقت منسوخ نہیں ہوئی تھی، ہاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے وصال فرما گئے، تو اب اس کی فرضیت کی اہلیت کا فرد کوئی باقی نہ رہا۔(48)

آیت "لا یحل لک النساء" کے نسخ میں تطبیق:

شاہ صاحب کے نزدیک چوتھی آیت سورہ احزاب کی آیت "**لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج**"(49) آیت منسوخ ہے، آیت **انا احللنا لک ازواجک اللاتی**(50) سے۔ شاہ صاحب اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ناسخ تلاوت کے ضمن میں مقدم ہے، اور منسوخ بعد میں ہے۔(51)

یہ ملحوظ رہے کہ مذکورہ آیت کی تطبیق بہت آسان اور ممکن ہے، اور یہ نہ صرف شاہ صاحب کے شارحین بلکہ دیگر کئی حضرات نے طبری کے حوالہ سے کی ہے۔ چنانچہ مفتی تقی عثمانی علوم القرآن میں ناسخ و منسوخ کی بحث میں شاہ صاحب کے نزدیک پانچ منسوخ آیات کا ذکر کرتے ہوئے، اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گو کہ شاہ صاحب کے نزدیک اس آیت میں نسخ موجود ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں نسخ نہیں ہے، بلکہ اس کی وہ تفسیر بھی بے تکلف ہے، جو طبری نے کی ہے کہ ایک آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ کچھ مخصوص عورتوں کے ساتھ نکاح آپ کے لئے حلال ہے، اور دوسری آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ ان مخصوص عورتوں کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرنا آپ کے لئے حلال نہیں۔ لہٰذا ان دونوں آیتوں میں کوئی بھی ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ نہیں، بلکہ ایک میں ایک حکم کا بیان ہے، اور دوسرے میں اس حکم کی انتہاء بیان کی جارہی ہے۔(52)

آیتِ صدقہ میں نسخ کی تطبیق:

شاہ صاحب کے نزدیک پانچویں منسوخ آیت وہ آیت ہے، جس میں صدقہ کا حکم دیا گیا ہے، جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنی ہو۔یعنی آیت "**اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقة**"(53)یہ آیت اسی آیت کے اگلے حصے" **فان لم تجدوا فان اللہ غفور الرحیم**"(54) سے منسوخ ہے۔اس آیت کے بارے میں شیخ عمر پالنپوری نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت میں تقدیم صدقہ کو واجب قرار دیا گیا ہے، پھر بعد میں اس صدقہ کے دینے یا نہ دینے کا اختیار دے دیا گیا۔یوں وہ وجوب ندب واستحباب میں تبدیل ہو گیا۔لہٰذا اس میں صرف ایک وصف کا بدلنا پایا گیا ہے، اور وصف کسی بھی چیز کا جزء ہوتا ہے، جو کہ قاعدہ کی رو سے نسخ نہیں بنتا۔(55)

خلاصہ یہ کہ شاہ صاحب نے جن بیس آیتوں کے نسخ میں تحدید کرکے پانچ تک پہنچایا تھا، ان میں بھی بنا تکلف کے شاہ صاحب کے شارحین نے اصول کے مطابق ہی نسخ میں تطبیق دے کر ان کو بھی محکم قرار دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ شاہ صاحب بھی اگر چاہتے، تو ان آیات میں تطبیق دے سکتے تھے، جیسا کہ انہوں نے دیگر پندرہ آیتوں میں تطبیق دے دی ہے۔مزید شاہ صاحب کا اندازِ تطبیق بھی پیچھے گزرا ہے، جو کہ یہ بتاتا ہے کہ ان پانچ آیتوں میں بھی تطبیق اسی انداز میں ممکن ہے، جس انداز میں شاہ صاحب نے دیگر پندرہ آیتوں میں تطبیق دی ہے۔

س۔ سرسید احمد خان کا تصورِ نسخِ قرآن:

سرسید نے نسخِ قرآن کا اپنا تصور اپنے رسالہ تحریر فی اصول التفسیر میں اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔سرسید کے اس اجمالی بیان کے ساتھ اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ سرسید قرآن مجید میں کسی بھی قسم کے نسخ کے قائل نہیں ہے۔سرسید کے نزدیک قرآن مجید کی ہر آیت ہر حال میں محکم اور قابلِ عمل رہتی ہے۔چنانچہ سرسید تحریر فی اصولِ تفسیر میں بارہویں اصول کے تحت نسخِ قرآن کے بارے میں بتلاتے ہوئے یہ ذکر کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں کسی قسم کا کوئی ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔جہاں تک ناسخ ومنسوخ سے متعلق قرآن مجید کی آیت "**ما ننسخ من آیة او ننسها**" یا اس کے علاوہ دیگر نسخ سے متعلق آیات پیش کی جاتی ہیں، تو سرسید نے ان تمام آیات کے جوابات دیتے ہوئے کہا ہے کہ "**ما ننسخ من آیة او ننسها**" آیت نسخ قرآن سے متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ آیت شرائع من قبلنا سے متعلق ہے، کیونکہ یہود ونصاریٰ احکامِ اسلام پر عمل نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے اس آیت سے قبل "**ما یود الذین کفرو من اھل الکتاب ولا المشرکین**" کا ذکر ہے۔اس بنیاد پر اس کے بعد نسخ والی آیت شرائع من

قبلنا سے متعلق ہوئی، نہ کہ قرآن مجید کی آیات کے نسخ سے متعلق۔ پھر باقی دو آیات "**واذا بدلنا آیة مکان آیة**" اور "**یمحو الله ما یشاء الله ویثبت**" سے بھی سر سید نے صرف یہ کہنے پر اکتفاء کیا ہے ان آیات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا، اور مزید ان آیات کی مراد کے بارے میں سر سید نے کچھ نہیں لکھا۔ ([56])

سر سید نے نسخ قرآن سے متعلق اپنا تصور پیش کرتے ہوئے اتنا ہی اجمالی خاکہ دیا ہے، جتنا کہ مذکورہ پیراگراف میں موجود ہے۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ سر سید قرآن مجید میں کسی بھی قسم کے نسخ کے قائل نہیں ہیں، بلکہ نسخ کو وہ ایک طرح کا عیب سمجھتے تھے۔

۱۔ آیتِ نسخ کی تفسیر میں شاہ صاحب و سر سید کا موازنہ:

آیتِ نسخ یعنی **ما ننسخ من آیة او ننسها** "کی شاہ صاحب کی تفسیر تو گزر چکی، جس میں شاہ صاحب نے نسخ کی دو اقسام بتلائے تھے، جن میں ایک نبوت مضموم بالخلافہ ہوتی ہے، اور دوسری وہ امور جو زمانہ اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہو جائیں، ان میں نسخ کا ہونا۔ پھر شاہ صاحب نے آیتِ نسخ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ ذکر کیا کہ اسی قسم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "**ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها**" ([57]) پس آیت میں بخیر منھا سے مراد وہ امور ہیں، جن میں نبوت مضموم بالخلافہ ہو، اور او مثلھا میں وہ امور ہیں جو کہ زمانہ اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہو جائیں۔ ([58]) دوسری جانب سر سید نے آیتِ نسخ کی تفسیر یہ بیان کی کہ اس آیت میں نسخ القرآن مراد ہی نہیں، بلکہ شرائع من قبلنا کا نسخ مراد ہے۔ یعنی اسلام کے بعد اب شرائع من قبلنا منسوخ ہو چکی ہیں۔ سر سید کی اس تفسیر سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ سر سید نے اس آیت کی تفسیر میں نسخِ قرآن کو داخل ہی نہیں مانا، جبکہ شاہ صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں نسخ قرآن کو داخل مانا ہے، مگر ان دو اقسام کے تحت جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں۔

مزید اس کی تفصیل کے لئے سر سید کی تفسیرِ قرآن میں موجود ان پانچ آیتوں کی تفسیر دیکھنا ضروری ہے، جن کو شاہ صاحب نے منسوخ قرار دیا ہے، تاکہ ان کے تحت سر سید احمد کی تفسیر میں سر سید احمد کے نہ صرف نسخِ قرآن کے تصور کی مزید توضیح ہو سکے، بلکہ ان پانچ آیتوں کی تاویل یا تطبیق میں سر سید احمد کی رائے بھی سامنے آسکے۔

۲۔ شاہ صاحب کے نزدیک پانچ منسوخ آیات کی سر سید احمد کی تاویل و توجیہ:

یہاں ہم ان پانچ آیات میں سر سید کی تفسیر بیان کریں گے، جنہیں شاہ صاحب نے منسوخ اور شاہ صاحب کے شارحین نے ان میں بھی تطبیق دی ہے۔ ان آیتوں سے متعلق سر سید کی تفسیر بیان کر کے، پھر شاہ

صاحب کی رائے اور شاہ صاحب کے شارحین کی تطبیق کے ساتھ سرسید کی رائے کا بھی موازنہ کریں گے، تاکہ دونوں پہلو سامنے آسکیں۔

۳۔ آیتِ وصیۃ سے متعلق سرسید احمد کی تفسیر:

آیتِ وصیۃ کی تفسیر کرتے ہوئے سرسید ذکر کرتے ہیں کہ **کتب علیکم اذا حضر** کتب کے لفظ کو علماء فرضیت کے معنوں میں لیتے ہیں، جس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ والدین اور اعزاء و اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض تھی، مگر علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم اس وقت تھا، جبکہ آیتِ توریث کا نزول نہیں ہوا تھا۔ اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ آیتِ توریث کے نزول کے بعد وصیت کی جو ضرورت تھی اب وہ باقی نہ رہی تھی، کیونکہ اب شریعت کی طرف سے ترکہ کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا گیا تھا کہ وفات کے بعد اتنا اتنا مال فلاں فلاں وارث کو دیا جائے گا۔([59])
اس کے بعد سرسید مزید کہتے ہیں کہ قرآن مجید سے وصیت کرنا ایک جائز فعل کے طور پر ثابت ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی وصیت پر بعینہ اسی طرح عمل کیا جائے، جس طرح اس نے اپنی زندگی میں وصیت کی تھی۔ آیتِ توریث سے اس وصیت کے حکم کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ آیتِ توریث کے نزول ہونے کے بعد یہ بات ضروری نہ رہی کہ کوئی شخص بغیر وصیت کئے ہی فوت ہو جائے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اگر بلا وصیت کے مر جائے، تو اس کا کوئی قاعدہ مقرر ہونا چاہیے تھا، اور آیتِ توریث میں اسی قاعدہ کا بیان ہے۔ لہٰذا دونوں آیتوں کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فوت ہونے والے شخص نے اگر تو کوئی وصیت کی ہے، تو سب سے پہلے اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا، اور اس کی وصیت کے مطابق ہی مال تقسیم کیا جائے گا، اور اگر اس نے کوئی وصیت نہیں کی، تو اس کے ترکہ کو آیتِ توریث میں ذکر کردہ اسہام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اس طرح دونوں آیتوں کا حکم اپنی جگہ بحال و باقی رہا۔([60])

سرسید احمد کی آیتِ وصیہ کی مذکورہ تفسیر کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ آیتِ وصیہ اصل ہے، اور آیتِ توریث وصیت کی عدمِ موجودگی میں ترکہ تقسیم کرنے کا قاعدہ ہے۔ یعنی اصل عمل وصیت کے مطابق کیا جائے گا، اگر وصیت پائی گئی ہو، وگرنہ اسہام کی طرف بڑھا جائے گا۔ یوں سرسید احمد نے دونوں آیتوں کے حکم کو اپنی اپنی جگہ برقرار رکھا ہے۔

۴۔ آیتِ وصیۃ میں شاہ صاحب اور سرسید کا موازنہ:

آیتِ وصیۃ اور آیتِ توریث میں سرسید کی بیان کردہ تفسیر کو دیکھا جائے، اور دوسری طرف شاہ صاحب کی تفسیر کو دیکھا جائے، تو اول تو شاہ صاحب نے خود اس آیت کو آیتِ توریث سے منسوخ مانا ہے، اور حدیث لاوصیۃ

لوارث اس نسخ کے بیان کو مانا ہے۔اس جہت سے سرسید اور شاہ صاحب آیتِ وصیہ میں دو مخالف زاویوں میں نظر آتے ہیں، کیونکہ ایک آیت کو منسوخ اور دوسرے آیت کے حکم کو برقرار بلکہ اولیٰ اور مقدم تسلیم کررہے ہیں۔

تصویر کی دوسری جانب دیکھا جائے،تو شاہ صاحب کے شارحین نے آیتِ وصیہ اور آیتِ توریث کی دو توجیہات بیان کرکے ان دونوں میں تطبیق دی ہے۔جیسا کہ پہلے گزرا کہ پہلی توجیہ کے مطابق وصیت بھی والدین کے حق میں ان خاص حالات میں ہوگی، جبکہ وہ شرعی طور پر وارث نہ بن رہے ہوں،اور دوسری توجیہ کے مطابق اگر کسی شخص کو زندگی میں خدشہ ہو کہ اس کے مرنے کے بعد آیتِ توریث کے مطابق اسہام تقسیم نہ کئے جائیں گے،تو وہ خود زندگی میں آیتِ توریث کے مطابق اسہام کی وصیت کرجائے۔([61])

اب دیکھا جائے شاہ صاحب کے شارحین کی ان دونوں توجیہات میں آیتِ توریث مقدم ہے،اور آیتِ وصیہ پر عمل خاص حالات میں باقی ہے، جبکہ سرسید احمد کے نزدیک آیتِ وصیہ اصل اور مقدم ہے،اور آیتِ توریث اس کی فرع اور وصیت کی عدم موجود میں اسہام کی تقسیم کا ایک قاعدہ کلیہ۔شاہ ولی اللہ کے شارحین کی دونوں توجیہات اور سرسید احمد کی تفسیر کا ثمرہ اختلاف تب سامنے آتا ہے،تب کوئی شخص کسی ایک اس وارث کے حق میں وصیت کرے جو شرعی طور پر آیتِ توریث کے تحت حصہ دار بن رہا ہو۔تو سرسید کے نزدیک اس شخص کی وصیت پر عمل کرکے اس وارث کو سارا مال دے دیا جائے گا، جبکہ شاہ صاحب کے شارحین کے مطابق اصل اسہام آیتِ توریث کے تحت دئے جائیں گے،اور اس کی وصیت آیتِ وصیہ کے تحت ان خاص حالات میں معتبر ہوگی،جب والدین میں سے کوئی ایک شرعی حصہ سے محروم ہو رہا ہو، یا وصیت کرنے والے نے آیتِ توریث کے اسہام کے مطابق ہی وصیت کی ہو۔

۵۔آیت ''ان یکن منکم عشرون'' سے متعلق سرسید احمد کی تفسیر:

اس آیت کے تحت سرسید نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے قبل مسلمانوں کو تحریض علی القتال کی گئی ہے،اور لڑائی میں ثابت قدمی کی ہدایت دی گئی ہے۔اس آیت میں تعداد کے بیان کرنے سے کوئی خاص عدد متعین کرنا مقصد نہیں ہے، بلکہ تحریض علی القتال کرتے ہوئے یہ کہا جارہا ہے کہ فرض کرو کہ تم میں سے بیس لوگ بھی لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں،تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔اسی طرح سو لوگ بھی ثابت قدم رہیں،تو وہ ہزار پر غالب آجائیں گے۔لیکن اصل میں مسلمانوں کی حالت کفار کے مقابلہ میں مالی وجانی وافرادی قوت کے اعتبار سے کمزور تھی،اس لئے مسلمانوں پر تخفیف کرتے ہوئے ، کہا کہ تم میں اور کفار میں اگر نفری میں اتنا زیادہ فرق بھی ہو تو، تمہیں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔([62])

سرسید احمد نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ آیت میں حقیقی نفری کا موازنہ مراد نہیں، بلکہ مجازی معنوں کے تحت تحریض علی القتال واثبات مراد ہے۔ تعداد مجازی طور پر مقصود سمجھانے اور بہتر مثال کے تحت کلام کا مقصد سامع تک پہنچانے کے لئے بتلائی گئی ہے، ورنہ حقیقی اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا، کیونکہ مسلمان ہر اعتبار سے کفار کے مقابلہ میں کمزور اور مقابلہ کرنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

۶۔ آیت "ان یکن منکم عشرون" سے متعلق سرسید احمد اور شاہ صاحب کا موازنہ:

مذکورہ آیت میں شاہ صاحب اور سرسید کا موازنہ نسخ کے تحت اس وقت بنتا تھا، جب سرسید مذکورہ آیت کو حقیقی افرادی قوت کے تحت تسلیم کرتے، بلکہ سرسید نے مذکورہ آیت کی تاویل کی ہے۔ اس کے برعکس شاہ صاحب نے عشرون والی آیت اور مأۃ دونوں آیتوں میں افرادی قوت کو حقیقی معنوں میں تسلیم کیا ہے، اور اسی کے تحت پہلی آیت کو احوال وزمانہ واشخاص کے حالات کے تحت منسوخ قرار دیا ہے۔

نتائج:

1- شاہ ولی اللہ کا نسخِ قرآن کا تصور وہی ہے، جو شاہ صاحب نے متقدمین کا بتلایا ہے، یعنی شاہ صاحب نسخِ قرآن کو نسخ کی لغوی تعریف کے اندر لاتے ہیں۔

2۔- شاہ ولی اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں ہوتی، بلکہ حسبِ احوال وزمان اور شخصیات کے احوال کے مطابق ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

3۔ شاہ ولی اللہ نے جن بیس منسوخ آیتوں پر کلام کر کے پندرہ کو محکم قرار دیا ہے، ان میں شاہ صاحب کا اندازِ تکلم متقدمین کی طرز کا ہے۔

4۔ شاہ ولی اللہ نے جن پانچ آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے، ان کو بھی شاہ صاحب کے شارحین نے بعد میں ان کے مابین تطبیق کر کے شاہ صاحب کے انداز میں ہی محکم قرار دیا ہے۔

5- سرسید احمد قرآن مجید میں کسی بھی طرح کے نسخ کے قائل نہیں ہیں۔ جبکہ شاہ صاحب متقدمین کے طرز پر قائل ہیں۔

6- سرسید احمد پانچ منسوخ آیات میں بعض آیات کو تمثیلا اور تشبیہا لیتے ہیں، حقیقی معنوں میں نہیں لیتے، جبکہ شاہ صاحب یا ان کے شارحین ان آیات کی اس انداز میں تطبیق کرتے ہیں کہ اصل بعد والی آیات کا حکم ہی رہتا ہے، مگر منسوخ قرار دی گئی آیتوں کو خاص حالات میں قابل عمل مانتے ہیں۔

7- جن آیات کو سرسید حقیقی معنوں میں لیتے ہیں، تو ان کے نزدیک منسوخ شدہ آیتوں پر عمل کرنا اصل ہے، اور بعد میں نازل ہونے والی آیات اس اصل کا قاعدہ ہیں۔

حواشی

[1]القرآن 22:52

[2]افریقی، ابن منظور،لسان العرب(دار صادر، بیروت 1414ھ)ج3ص61

[3]افریقی، ابن منظور،لسان العرب ج3ص62

[4]القرآن 45:29

[5]زرقانی، عبد العظیم،مناهل العرفان فی علوم القرآن(مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، الطبعة الثالثة)ج2ص176

[6]مجموعة من الأساتذة والعلماء المتخصصين ، الموسوعة القرآنية المتخصصة(المجلس الأعلى للشئون الإسلامية، مصر 2002)ص259

[7]زرقانی، عبد العظیم،مناهل العرفان فی علوم القرآن ج2ص177

[8]زرقانی، عبد العظیم،مناهل العرفان فی علوم القرآن ج2ص187

[9]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، معرب من الفارسیة الی العربیة، سلمان حسین الندوی(دار الصحوة - القاهرة الطبعة الثانية 1986)

[10]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیرص56

[11]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص87

[12]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص86

[13]حواله بالا

[14]القرآن 2:180

[15]ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، (شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي ، مصر، الطبعة الثانية 1975)رقم 2120

[16]القرآن 4:11

[17]القرآن 8:65

[18]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص86

[19]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص87

[20]القرآن 33:52

[21]القرآن 33:50

[22]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص87

[23]القرآن 58:12

[24]دهلوی، شاه ولی الله، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص56

[25] القرآن 2:184

[26] القرآن 2:185

[27] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص90

[28] القرآن 2:187

[29] القرآن 2:183

[30] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص91

[31] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص91

[32] القرآن 2:106

[33] دھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ (دار الجیل، بیروت - لبنان، الطبعۃ الاولیٰ 2005) ص217

[34] القرآن 2:106

[35] دھلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ ص217

[36] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الخیر الکثیر (مترجم مولانا عابد الرحمن صدیقی کاندھلوی قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی) ص 444

[37] سندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ (سندھ ساگر اکادمی، لاہور 2002) ص77

[38] سندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص77

[39] سواتی، عبد الحمید خان، عون الخبیر شرح الفوز الکبیر (مدرسہ نصرۃ العلوم فاروق گنج، گوجرانوالہ 2005) ص 212

[40] القرآن 2:180

[41] القرآن 4:11

[42] سندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص79

[43] پالنپوری، سعید احمد، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (ادارۃ الصدیق، ڈابھیل، گجرات) ص127

[44] القرآن 8:65

[45] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص86

[46] پالنپوری، سعید احمد، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص140

[47] دھلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص87

[48] پالنپوری، سعید احمد، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص137

[49] القرآن 33:52

[50]القرآن 33:50

[51]دهلوی،شاه ولی الله،الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص87

[52]عثمانی، محمد تقی،علوم القرآن(مکتبہ دارالعلوم کراچی،1415ھ)ص170

[53]القرآن 58:12

[54]لقرآن 58:12

[55]پالنپوری،سعید احمد ،حاشیۃ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص145

[56]خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر (خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ 1995)ص47

[57]القرآن 2:106

[58]دهلوی،شاه ولی الله،حجة الله البالغة ص217

[59]خان، سرسید احمد، تفسیر القرآن(رفاہ عام ٹیم پریس،لاہور) ص 223

[60]خان، سرسید احمد، تفسیر القرآن ص223

[61]ندھی، مولانا عبید اللہ، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، ص79، پالنپوری، سعید احمد ،الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص127

[62]خان، سرسید احمد، تفسیر القرآن ص 816